© rasailojaraid.com

ہیں۔ عظیم شکا گو میں اس وقت چالیس کے لگ بھگ مسلم گروہ آباد ہو چکے ہیں۔

اسی طرح کیلی فورنیا کے شہروں لاس اینجلس اور سان فرانسیسکو میں بھی مسلمانوں نے اپنے پھلنے پھولنے کے لیے آب وہوا بڑی سازگار اور موافق پائی ہے۔ وہ بھی اسلامی دنیا کے مختلف خطوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اب وہاں افغان، صومالی اور دیگر افریقی ممالک کے باشندے بھی آ آ کر آباد ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ جنوبی کیلی فورنیا کا اسلامک سنٹر، ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں سب سے بڑی مسلم علم گاہ ہے۔ اس کا اعلیٰ تربیت یافتہ عملہ اپنی تحریروں اور برادری کی قیادت کے سبب بڑی شہرت اور قدر و منزلت کا حامل ہے۔ سنٹر کا اثر انگیز طبعیاتی پلانٹ ہر وہ خدمت مہیا کرتا ہے جس کی مسلم برادری کو ممکنہ طور پر ضرورت ہوتی ہے۔

جدید دور کے مسلم مہاجرین کو ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے آباد کاروں کی حیثیت سے بعض مسلسل چیلنجوں کا سامنا ہے۔ وہ متنوع طریقوں سے ان کا جواب دے رہے ہیں۔ شناخت کے سوالات، پیشہ، لباس اور معاشرتی خدوخال کے مطابق ڈھالنے کا عمل بیشتر امریکی مسلمانوں کے لیے خاص طور پر اہم ہیں۔ دوسرے بڑے مسائل مسلمانوں کے مختلف نسلی و قومی گروہوں اور امریکی مسلمانوں کے مابین تعلقات، کیسے اور کہاں اپنے بچوں کو اسلامی تعلیم مہیا کی جائے، اور عورتوں کے لیے مناسب کردار اور مواقع پر مشتمل ہیں۔ بیشتر مسلمان امریکی زندگی کے بڑے دھارے سے الگ ہو کر سیاسی و معاشرتی اکھاڑوں میں عملاً زیادہ سرگرم ہو گئے ہیں۔ امریکی مسلمان شناخت کی ایک دوسری سٹیج کی طرف حرکت کرتے دکھائی دے رہے ہیں۔ جس میں اس قسم کے مسائل کا نئے اور تخلیقی طریقوں سے سامنا کیا جائے گا۔ اس کے نتیجے میں قومی، نسلی اور گروہی شناختوں کے تانے بانوں سے بنا ہوا ایک صحیح اور سچا امریکی اسلام ظہور میں آ رہا ہے۔ (ترجمہ تورا کینہ قاضی)

[جین آئی سمتھ ہارٹ فورڈ سمنری، کنیکٹی کٹ کے میکڈونلڈ سنٹر فار دی سٹڈی آف اسلام اینڈ کرسچئن مسلم ریلیشنز کی کو-ڈائریکٹر اور اسلامک اسٹڈیز کی پروفیسر ھیں۔ آپ اسی ادارے کے معروف جریدے دی مسلم ورلڈ کی کو- ایڈیٹر بھی ھیں۔]



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

# امریکی اسلام کی جہتیں

ڈینیل پائپس اور خالد درّان*

آج کل ہماری لائبریریاں ایسی کتابوں سے بھری پڑی ہیں جن کے عنوانات ''مغرب اور اسلام''، ''مغرب اور اسلام کا مستقبل'' اور ''عالم اسلام اور مغرب'' وغیرہ کی طرح کے ہیں۔ خاص بات یہ ہے کہ یہ سب حال ہی میں لکھی جانے والی تازہ کتابیں ہیں۔ اس وقت مغرب بالخصوص شمالی امریکہ اور مغربی یورپ میں لاکھوں مسلمان رہائش پذیر ہیں۔ اس کے باوصف اسلام اور مغرب کی تقسیم بے معنی ہو چکی ہے۔ مغرب میں مسلمانوں کی موجودگی ہر دو تہذیبوں (مغربی اور اسلامی) کے لیے بے پناہ اہمیت کی حامل ہے۔ اس حوالے سے خوبیوں اور خرابیوں دونوں کے امکانات موجود ہیں۔ درحقیقت جس درجے کا ثقافتی تعامل ان دونوں کے درمیان نظر آتا ہے وہ کہیں اور نہیں پایا جاتا اور اس کے مضمرات بے پناہ ہیں۔

جیسا کہ بہت پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد نے مغرب سے گہری نفرت پال رکھی ہے۔ یورپ اور امریکہ میں رہنے والے مسلمان بھی اس معاملے میں دیگر خطوں کے مسلمانوں سے پیچھے نہیں۔ نفرت کا یہ جذبہ مخفی رہتا ہے لیکن کچھ کے لیے یہ حرکی اور عملی اہمیت (operational significance) اختیار کر جاتا ہے۔ آیت اللہ خمینی، معمر قذافی، صدام حسین اور اسامہ بن لادن کے ناموں کی مالا جپتے رہنے کا مقصد اس نفرت، اس کی متنوع نظریاتی اساس اور اس کی خوف زدہ کرنے والی طاقت کا اظہار کرنا ہے۔ ان کے جو بھائی بند مغرب میں آباد ہیں ان کا طرز عمل اس لحاظ سے یکتا ہے کہ وہ صرف تشدد کے ذریعے نہیں بلکہ شعوری طور پر موجودہ مغربی نظام کو للکار رہے ہیں۔ کیا اس چیلنج کا راستہ روکا جا سکتا ہے یا یہ تشدد سمیت دیگر گھمبیر مسائل کا پیش خیمہ ثابت ہوگا؟

زیر نظر مضمون مغربی اسلام کے صرف ایک حصے کا احاطہ کرتا ہے یعنی ان مسلمانوں کا جو ریاست

* Danial Pipes, Khalid Duran, "Faces of American Islam", *Policy Review*, Washington, Aug/Sep. 2002, pages 49-60.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہائے متحدہ امریکہ میں آ کر آباد ہوئے یا ان مہاجرین یا تارکین وطن (immgrants) کی اولاد ہیں۔ اس میں اسلام قبول کرنے والوں یا دیگر مغربی ممالک کے بارے میں بات نہیں کی گئی۔

## آبادی اور جغرافیہ

امریکہ میں مسلمان تارکین وطن کے مطالعے میں پہلی مشکل یہ پیش آتی ہے کہ اُنہیں شمار کیسے کیا جائے؟ کیونکہ ازروئے قانون سرکاری مردم شماری میں مذہب کی بنیاد پر اعداد وشمار جمع نہیں کیے جاتے۔ پھر یہ بھی ہے کہ کس کو شمار کیا جائے، (مثلاً احمدی فرقے کے لوگ جو پاکستان میں قانونی طور پر غیر مسلم قرار دیے گئے ہیں کو کس کھاتے میں ڈالا جائے؟)۔ ان تمام پیچیدگیوں کے ساتھ ہی امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد کا تخمینہ (اندازاً) ۳۰ لاکھ (تین ملین) لگایا گیا ہے جن میں دو تہائی سے لے کر تین چوتھائی تک تارکین وطن (immigrants) ہیں۔ یوں مسلمان امریکہ کی قومی آبادی کے ایک فیصد سے کچھ ہی کم ہیں[1]۔

امریکہ میں آباد مسلمان تارکین وطن میں نسلی اور قومی اعتبار سے بے حد تنوع پایا جاتا ہے۔ تقریباً ہر مسلم ملک سے، جن کی تعداد ایک سو سے بھی زیادہ ہے مسلمان یہاں آ کر آباد ہوئے ہیں۔ تاہم مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد جنوبی ایشیا، ایران اور عرب ممالک سے آتی ہے۔ مسلمان تارکین وطن کی سب سے بڑی تعداد کا تعلق جنوبی ایشیا (پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش) سے ہے۔ ان کے بعد ایران کے غالباً ۵ لاکھ اور عرب ممالک سے ۴ لاکھ مسلمان امریکہ میں آباد ہیں۔ شیعہ جو دنیا کی مسلمان آبادی کا دس فیصد ہے امریکہ میں بھی تقریباً اسی تناسب سے آباد ہیں۔

اکثر دیگر تارکین وطن کی طرح مسلمانوں میں بھی نوجوانوں کی تعداد مقامی آبادی کی نسبت زیادہ ہے اور اس میں بھی مردوں کی تعداد عورتوں سے زیادہ ہے۔ درحقیقت مردوں اور عورتوں کا تناسب دو اور ایک کا ہے۔ اس کے کئی اسباب ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ عام طور پر مرد پہلے جا کر آباد ہوئے ہیں اور پھر خواتین ان سے آ ملتی ہیں۔ دیگر عوامل میں مسلمانوں کے ترکِ وطن کی چند امتیازی خصوصیات بھی ہیں مثلاً

---

۱۔ یہ تخمینہ غیر معمولی طور پر محتاط ہے دیگر معتبر ذرائع ۷-۶ ملین کی تعداد ظاہر کرتے ہیں۔ (مغرب اور اسلام)



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک یہ بھی ہے کہ خلیج کی جنگ میں وفاداریاں تبدیل کرنے والے کئی ہزار عراقی فوجی امریکہ جا کر آباد ہو گئے۔ مسلمانوں میں ابتداء میں شرح ولادت زیادہ ہوتی ہے مگر وقت گزرنے کے ساتھ جب آبادی مغربی رنگ میں رنگ جاتی ہے تو یہ شرح گرنے لگتی ہے۔

مسلمان زیادہ تر ان شہروں میں آباد ہیں جہاں تاریخی طور پر آبادکار مہاجرین مرتکز ہیں۔ ان شہروں میں نیویارک، لاس اینجلس اور شکاگو شامل ہیں۔ امریکہ میں مسلمان آبادی کا نقشہ چار علاقوں پر مشتمل ہے۔ یہ تمام علاقے شہری ہیں یعنی (۱) نیویارک سے واشنگٹن تک کا علاقہ، (۲) کیلی فورنیا بالخصوص لاس اینجلس اور سانس فرانسسکو، (۳) شکاگو سے کلولینڈ اور ڈیٹرائٹ تک کا مثلث اور (۴) ٹیکساس بالخصوص ہوسٹن اور ڈلاس-فورٹ ورتھ کے علاقے۔ امریکہ کے جنوب مشرقی اور شمال مغربی علاقوں میں مسلمانوں کی آبادی کافی کم ہے تاہم ان علاقوں میں جنوبی فلوریڈا اور سیئٹل استثنائی صورتیں ہیں۔

اکثر آبادی کے یہ مراکز مخصوص نسلی خصوصیات کے حامل ہیں۔ بالخصوص کیلی فورنیا میں ایرانیوں کی تعداد کافی ہے اور لاس اینجلس میں تو غالباً تہران کے بعد سب سے زیادہ ایرانی رہائش پذیر ہیں۔ ٹیکساس میں جنوبی ایشیائی لوگوں کی اکثریت ہے جبکہ وسط مغربی مثلث کے علاقوں میں عرب اور امریکی سیاہ فام زیادہ ہیں۔ دوسری طرف شکاگو میں مشرقی یورپ سے البانیہ، بوسنیا اور ترکی سے آئے ہوئے مسلمان رہتے ہیں۔ ڈیٹرائٹ میں عربوں کی سب سے زیادہ تعداد آباد ہے جن میں زیادہ تر لبنانی، عراقی، فلسطینی اور یمنی شامل ہیں۔ یہ ان دنوں کا ورثہ ہے جب ہنری فورڈ نے لبنانی مزدوروں کو ملازمتیں دی تھیں۔

یورپ کے برعکس (جہاں مسلمان مخصوص بستیوں میں رہتے ہیں) امریکہ میں آباد مسلمان بکھرے ہوئے ہیں امریکہ کا واحد قصبہ جہاں مسلمانوں کا ارتکاز ہے مشی گن کا شہر ڈیئربارن (Dearborn) ہے جہاں مسلمان شہر کی کل آبادی کا ۳۰ فیصد ہیں۔ اسی شہر کے علاقے 'ساؤتھ اینڈ' میں تو مسلمان تقریباً ۹۷ فیصد ہیں۔ کیلی فورنیا کے علاقے سیرا نیوادا میں پہاڑوں کے دامن میں آباد بلاد اللہ نامی قصبے کی تمام آبادی حلقہ بگوش اسلام ہونے والے افریقی نژاد امریکی مسلمانوں کی ہے۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

## ترکِ وطن کی تاریخ

اول اول مسلمانوں کی آمد یہاں ۱۵۰۱ء کے لگ بھگ بطور غلام شروع ہوئی۔ ان لوگوں کی صحیح تعداد کے بارے میں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک اسکالر ایلین ڈی اسٹن کے مطابق صرف ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں چالیس ہزار افراد آباد ہوئے جبکہ ایک اور مصنف سلویان ڈی یوف کی رائے میں پورے براعظم امریکہ میں ان کی آبادی کا اندازہ ۲۵ء۲ ملین سے ۳ ملین کے درمیان ہے۔ ان غلام مسلمانوں کے آقاؤں نے بسا اوقات اپنے تعلیم یافتہ غلاموں سے بہتر سلوک کیا لیکن اسلام سے نفرت کی وجہ سے انہوں نے یہ نظریہ اگلی نسلوں کو منتقل نہ ہونے دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۸۶۰ء کی دہائی میں غلاموں کی تیسری نسل میں مذہب کا مکمل خاتمہ ہوا۔

آزاد مسلمانوں کی امریکہ میں آمد ۱۶ ویں صدی کے اواخر میں شروع ہوئی۔ جب قیدی بنائے جانے والے مسلمان سپاہیوں کو شمالی کیرولینا اور جنوب کے علاقوں میں جمع کیا گیا۔ اگر یہ بات درست مان لی جائے تو پھر امریکہ کے جنوب مشرقی حصوں (ورجنیا سے لے کر کن ٹکی تک) میں رہنے والے سانولی رنگت والے ملن جیون ان ہی کی اولاد ہیں۔

عصر حاضر میں مسلمانوں کا امریکہ کی طرف ترکِ وطن امریکی خانہ جنگی (Civil War) کے ایک عشرے بعد شروع ہوا۔ ان مہاجرین میں بڑی تعداد ساحلی ممالک (Levantine) کے لوگوں کی تھی تاہم کچھ لوگ یمن، جنوبی ایشیا، انڈونیشیا اور دیگر علاقوں سے بھی آئے۔ بطور مثال سات سو پنجابی کاشت کار ہندوستان سے آ کر کیلی فورنیا میں آباد ہوئے۔ آبادکاری کی یہ دوسری لہر مختلف نشیب و فراز کے ساتھ ۱۹۲۴ء تک جاری رہی۔ جب غیر یورپی تارکین وطن کے لیے یہاں کے دروازے تقریباً بند کر دیے گئے۔ چنانچہ آئندہ ۴۰ سالوں میں گنے چنے مسلمان امریکہ میں سکونت کے لیے آئے وہ بھی زیادہ تر سوویت بلاک سے جنگ عظیم دوم کے دوران آئے۔ ۱۹۶۵ء میں امریکی امیگریشن قانون میں ترمیم کے وقت ایک سے ڈیڑھ لاکھ تک مسلمان امریکہ میں آباد تھے۔

۱۹۶۵ء کے قانون سے مسلمانوں کی امریکہ میں آبادکاری کی تیسری لہر شروع ہوئی۔ اس قانون



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے ساری دنیا کے لوگوں کے لیے امریکہ کے دروازے کھول دیے۔ اس قانون میں زیادہ ترجیح آبادکاروں کی فنی مہارت کو دی گئی۔ ۱۹۸۹ء میں لاٹری کے ذریعے دنیا کے ہر فرد کو اپنے کنبے سمیت امریکہ آنے کے مواقع میسر آئے۔ امریکہ کے امیگریشن سٹڈی سنٹر کے ایک حالیہ تجزیے کے مطابق گذشتہ عشرے کے دوران مسلم اکثریتی ممالک میں سے سب سے زیادہ مسلمان پاکستان سے امریکہ آئے۔ اس کے بعد بالترتیب بنگلہ دیش، ایران، عراق، ترکی اور مصر کا نمبر آتا ہے۔

## ترکِ وطن کی وجوہات

۱۹۶۵ء سے لے کر اب تک مسلمان تین بڑی وجوہات کے سبب امریکہ میں آباد ہو رہے ہیں۔

سب سے پہلی وجہ پناہ کی تلاش ہے۔ مسلمان ممالک میں المناک واقعات کی وجہ سے بڑی تعداد میں لوگ امریکہ آتے ہیں۔ افغانستان اور عراق اس کی نمایاں مثالیں ہیں۔ مسلمان ممالک میں عموماً آمریت کے سبب آمروں کے مظالم، انتقامی کارروائیاں اور پرتشدد سیاسی تبدیلیاں لوگوں کو ترکِ وطن پر مجبور کر دیتی ہیں۔ اسی طرح جنگوں کے خطرے کے پیش نظر مشرق وسطیٰ، جنوبی ایشیا اور دوسرے علاقوں سے متمول اور ذہین لوگ امریکہ آ گئے۔ درجہ وار چند مثالیں:

- نسلی بنیاد پر ظلم وستم اور انخلا —— یوگنڈا، تنزانیہ اور کینیا سے ایشیائی باشندوں کے انخلاء کے بعد ۶ ہزار مسلمان شمالی امریکہ آ بسے۔ اسی طرح ۱۹۸۹ء، ۱۹۹۱ء اور ۱۹۹۶ء میں عراقی کردوں کے خلاف صدام حسین کی کارروائیوں کے بعد ان کی بڑی تعداد نے امریکہ میں پناہ لی۔
- مذہبی ایذارسانی —— ہندوستان میں ہندو مسلم فسادات کی وجہ سے بڑی تعداد میں مسلمان امریکہ آ کر آباد ہوئے۔ ان میں ملازمتوں میں امتیازی سلوک سے تنگ آنے والے بھی ہیں۔ اسی طرح فرانس کے کچھ مسلمان بھی وہاں کی اکثریتی آبادی کی ایذارسانیوں سے تنگ آ کر امریکہ منتقل ہوئے۔
- اسلام پسندی —— ۱۹۷۴ء میں پاکستان میں غیر مسلم قرار دیے جانے والے احمدیوں نے امریکہ کا رخ کیا۔ جنرل ضیاء الحق کی اسلام پسند آمریت سے بھی کئی لوگ راہ فرار اختیار کرتے ہوئے یہاں آئے۔ اسی طرح انقلاب ایران کے بعد ایک تعداد یہاں منتقل ہوئی۔ سوڈان اور لبنان سے بھی اسلام پسندوں



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے مخالفین نے امریکہ میں سکونت اختیار کی۔

- اسلام پسندی کی مخالفت —— درج بالا وجوہ کے علی الرغم بڑی تعداد میں اسلام پسند اپنی متعلقہ حکومتوں کے مظالم سے تنگ آ کر امریکہ منتقل ہوئے۔ ان میں الجزائر، مصر، لبنان اور بھارت کے باشندے شامل ہیں۔
- خانہ جنگیاں —— سوڈان کی خانہ جنگی، ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان کے فسادات، ۱۹۷۵ء تا ۱۹۹۰ء لبنان کی جنگ اور ۱۹۹۰ء کی دہائی میں صومالیہ اور یوگوسلاویہ میں تشدد کی وجہ سے بڑی تعداد میں مسلمانوں نے امریکہ کو جائے سکونت بنانے کو ترجیح دی۔
- بین الاقوامی جنگیں —— اس درجے میں جو لوگ امریکہ آ کر آباد ہوئے ان کی آبادکاری کے اسباب میں ۱۹۴۸ء اور ۱۹۶۷ء میں اسرائیلی فتوحات، ۱۹۷۹ء میں افغانستان میں سوویت جارحیت اور اس کے بعد عشرے کی خانہ جنگی اور ۱۹۹۰ء میں کویت پر عراقی حملہ شامل تھے۔ عراقی جارحیت کے بعد نہ صرف یہ کہ کویتی باشندے امریکہ میں آباد ہوئے بلکہ دس ہزار عراقی باشندے بھی امریکہ آئے تھے، ان میں سے ایک تہائی تعداد عراقی سپاہیوں کی تھی جنھوں نے اتحادی افواج کے سامنے ہتھیار ڈال دیے تھے۔ امریکہ نے انھیں خاندانوں سمیت اپنے ہاں رہائش کی اجازت دی کیونکہ انھیں عراق واپس بھیجنا خطرے سے خالی نہ تھا۔

اکثر مسلم ممالک میں آمروں کے برسراقتدار رہنے کی وجہ سے مستقبل دیدہ میں امریکہ منتقلی کے رجحان کا خاتمہ یا اس میں کمی محلِ نظر ہے۔

ترکِ وطن کا دوسرا بڑا سبب تعلیم ہے۔ ۱۹۹۰ء کی دہائی میں امریکی کالجوں اور جامعات میں پانچ لاکھ سے زیادہ غیر ملکی طلبہ زیرِ تعلیم تھے جن میں سے اکثر نے امریکہ میں مستقل رہائش اختیار کی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ امریکہ میں ان کے لیے پیشہ ورانہ سہولتیں، سیاسی آزادی اور معاشی مواقع ان کے اپنے ممالک سے زیادہ اور بہتر ہیں۔ میڈیکل کے طلباء کی تو ۷۵ سے ۹۰ فیصد تعداد وہیں رہ جاتی ہے۔ خواتین طالبات بطور خاص وہاں رہنے کو ترجیح دیتی ہیں۔ انھیں امریکہ میں خود کفالت اور آزادی نہایت مرغوب ہیں۔ وہ سمجھتی ہیں کہ اپنے ممالک میں واپس جا کر وہ محدود طریقوں، فرسودہ رویوں اور خاندانی آمریت کے شکنجوں میں کس لی جائیں گی۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امریکہ میں مسلم آبادکاری کی تیسری وجہ اسلام پسندوں کی آرزوئیں اور تمنائیں (ambitions) ہیں۔اگرچہ ان کی تعداد امریکہ ہجرت کرنے والوں اور یہاں تعلیم حاصل کرنے والوں سے کافی کم ہے (اگرچہ ان دونوں درجوں میں بھی یہ شامل ہیں)۔اسلام پسندوں کی امریکہ میں موجودگی خصوصی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ ان کے مذہبی اور سیاسی عزائم ہیں اور اکثریتی آبادی کے ساتھ ان کے تصادم کے واضح امکانات موجود ہیں۔

اسلام پسند امریکہ میں آباد تو ہوتے ہیں لیکن وہ اس ملک اور جو کچھ بھی یہ ملک پیش کرتا ہے اسے تحقیر کی نظر سے دیکھتے ہیں اور مقامی لوگوں کو مسلمان بنانے پر تلے ہوتے ہیں۔وہ میسر آزادیوں کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔وہ ایسی تحریک برپا کرنے کے لیے کوشاں ہیں جو اس ملک کے طرز زندگی اور حکومت میں تبدیلیاں لائے گی۔امریکہ سپر طاقت ہونے کے ناطے سے ان لوگوں کے لیے کشش رکھتا ہے جو عالمی نظام تبدیل کرنے کے خواب دیکھتے ہیں۔اسلام پسند امریکہ کو مسلم اکثریت کے ملک میں تبدیل کرنے کا منصوبہ رکھتے ہیں۔ایسا ملک جہاں قرآن، آئین کی جگہ لے گا۔۱۹۲۰ء کے عشرے میں ایک مسلمان مبلغ نے کہا تھا ''ہمارا منصوبہ یہ ہے کہ امریکہ کو فتح کرلیں''[۱]۔بعد کے زمانے میں ان کے جانشین بھی یہی عزم لیے ہوئے ہیں۔اسلام پسندوں نے دو طرح کی حکمت عملیاں اپنائی ہیں: اوّل، عدم تشدد کے ذریعے مقامی آبادی کو مسلمان بنانا۔ثانیاً، پرتشدد یعنی جہاد کے ذریعے عزائم کی تکمیل۔

امریکہ میں اسلام پسندوں کو کافی مراعات حاصل ہیں۔مثال کے طور پر اظہار کی آزادی کے بل بوتے پر وہ جو چاہیں لکھ اور نشر کروا سکتے ہیں۔مواصلات اور ٹرانسپورٹ کی بہتر سہولتوں کے طفیل وہ اپنی تحریکوں سے مسلسل رابطے میں رہتے ہیں۔دنیا میں شاید ہی کوئی اور ملک امریکہ جتنا آزاد ہو۔جہاں باہر سے لوگ یا اثرات باآسانی اندر آسکتے ہیں اور پھر امریکہ کی خوشحال زندگی چندہ اکٹھا کرنے کے امکانات کو بھی روشن بناتی ہے۔

تاہم امریکہ اسلام پسندوں کے لیے نری جنت بھی نہیں خاص طور پر جب وہ غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث ہو جاتے ہیں۔نابینا شیخ عمر عبدالرحمٰن، جو نیویارک بم دھماکے کے کیس میں بقیہ عمر جیل میں گزار رہے ہیں، کے مطابق امریکہ میں حالات بدتر ہیں۔انہوں نے کہا ''میں یہاں آیا تھا تاکہ آزادی



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی خوشبو سونگھ لوں لیکن یہاں تو میرا دم گھٹ رہا ہے''۔ ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد تنظیمیں (جیسے گلوبل ریلیف فاؤنڈیشن) اور افراد (جیسے عنان ارناؤت (Enaan Arnaout) صدر بینیو ولینس انٹرنیشنل فاؤنڈیشن) جو اپنے مشکوک طرز عمل کے لیے امریکہ کو کھیل کا میدان سمجھتے تھے اچانک قانون کی گرفت میں آ گئے۔

اس درجہ بندی کے علاوہ مسلم ممالک میں پیدائش کا تناسب (birthrate) دنیا میں سب سے زیادہ ہے۔ جبکہ امریکیوں کے ہاں مشکل سے اتنے بچے پیدا ہوتے ہیں کہ ان کی جگہ پُر کر سکیں۔ آبادیاتی حوالے سے دونوں گروہ ایک دوسرے کی اس طرح تکمیل کر سکتے ہیں کہ مسلمان تارکین وطن کی امریکہ آمد کا سلسلہ اسی رفتار سے جاری رہتا نظر آتا ہے۔

امریکہ میں ایک بار عارضی سکونت مل جائے تو یہ اکثر مستقل سکونت میں بدل جاتی ہے۔ مزدوری کرنے والے بھاری معاوضوں، طلبا اچھے معیار تعلیم، اور دانشور آزادیٔ اظہار جیسی سہولتوں کے اسیر بن جاتے ہیں۔ غرض یہ کہ انفرادی رہائش سے زیادہ خاندانی سکونت، مردوں سے زیادہ خواتین، غیر ہنرمندوں سے زیادہ تعلیم یافتہ ہنرمند، غریبوں سے زیادہ امیر اور سیاسی پناہ گزینوں سے زیادہ معاشی پناہ گزین امریکہ کی آغوش میں پناہ لینے کے زیادہ خواہش مند نظر آتے ہیں۔ امریکی مسلمانوں میں یہ رائے پختہ ہو رہی ہے کہ ان کے اپنے ممالک میں ہمیشہ سیاسی بدعنوانی اور معاشی ناہمواریوں کے سائے چھائے رہیں گے اس لیے اگر وہ امریکہ کو مستقل سکونت کی جگہ سمجھتے ہیں تو اس پر حیرت نہیں ہونی چاہیے۔

## مذہب اور تعلیم

کیا امریکہ آ کر آباد ہونے والے لوگ وہاں پہنچ کر زیادہ مذہبی بن جاتے ہیں یا کم ــــ؟ حقیقتاً یہ دونوں باتیں ہی سچ ہیں۔ جو لوگ مذہب کی طرف کم میلان رکھتے ہیں وہ امریکہ کی آزادی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مذہب سے دُور چلے جاتے ہیں یا پھر اسے ترک کر دیتے ہیں۔ ان کے برعکس مسلمانوں کی ایک تہائی تعداد کا کہنا ہے کہ وہ امریکہ آنے کے بعد زیادہ مذہبی بن جاتے ہیں۔ ان کے تقویٰ میں اضافے کی وجوہات ثقافتی اور اخلاقی ہیں۔ ثقافت کے حوالے سے دیکھنے میں آیا ہے کہ امریکہ میں سکونت پذیر مسلمان اس نئے ملک کی اجنبیت کا مقابلہ عبادات پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے زیادہ وقت مساجد میں گزار کر



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرتے ہیں۔ جہاں تک اخلاقی سبب کا تعلق ہے تو مسلمان امریکہ کی حد سے بڑھ کر آزاد خیالی کے مقابلے میں اپنے عقیدے سے کمزور تعلق کو مضبوط بناتے ہیں۔ جیسا کہ روزنامہ نیویارک ٹائمز کو ایک آدمی نے بتایا ''میں جب امریکہ آیا تو صحیح معنوں میں مسلمان بن گیا۔ اپنے ملک میں تو میں مذہب کو اہمیت ہی نہیں دیتا تھا''۔

ایک تحقیقی سروے کے مطابق (امریکہ میں آباد) اسلام پر کاربند رہنے والے مسلمانوں کی تعداد ان لوگوں کے برابر ہے جو مذہب سے دور رہتے ہیں۔ تاہم ان کی تعداد کے تناسب میں غلطی ہوسکتی ہے کیونکہ مسلمان عموماً اپنی پرہیزگاری کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں۔ غالباً امریکی مسلمانوں کی نصف تعداد، حلال گوشت کھانے کے اصول پر کاربند ہے۔ اسی طرح خواتین کی ایک تہائی تعداد ایسی ہے جو برسرعام بناؤ سنگھار سے اجتناب کرتی ہے اور اتنی ہی خواتین نامحرم مردوں سے ہاتھ ملانے کو معیوب سمجھتی ہیں۔ سکول جانے والی لڑکیوں میں ۲۰ سے ۲۵ فیصد ایسی ہیں جو اپنے سر کو ڈھانپتی ہیں۔ نمازوں میں شرکت البتہ کم ہے۔ زیادہ سے زیادہ ۱۰ فیصد مسلمان جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں۔ شراب کا استعمال عام ہے۔ ناجائز جنسی تعلقات سے کم ہی اجتناب کیا جاتا ہے۔ خاص طور پر نوجوان مسلمان، غیر مسلم خواتین سے تعلقات استوار کرنے کو زیادہ غلط نہیں سمجھتے۔

حالیہ برسوں میں مسلمان تارکین وطن تعلیمی لحاظ سے غیر معمولی اعلیٰ درجے تک پہنچے ہیں۔ ۱۹۹۹ء کے سروے کے مطابق ان میں سے ۵۲ فیصد کے پاس گریجویٹ ڈگریاں ہیں۔ جنوبی ایشیائی سب سے زیادہ تعلیم یافتہ ہیں۔ (تاہم یمن سے آئے ہوئے کاشتکار، عراقی فوجی، اور غیر قانونی تارکین وطن تعلیم سے کافی دور ہیں)۔ اس متاثر کن حقیقت کے نتیجے میں شمالی امریکہ میں مسلم آبادی غیر معمولی طور پر طبقہ اشرافیہ میں داخل ہورہی ہے۔ اکثر و بیشتر اعلیٰ تعلیم یافتہ مسلمان امریکہ میں آباد ہونے کو ترجیح دیتے ہیں۔ عموماً معاشرے کے انتہائی باصلاحیت لوگ مغرب میں نئی زندگی کی بناء ڈالتے ہیں۔

امریکی مسلمان زیادہ تر پیشہ ورانہ اور تجارتی اداروں میں کام کرتے ہیں جن میں انجینئرنگ اور طب سرفہرست ہیں۔ ان دو شعبوں میں ایک تہائی مسلمان کام کررہے ہیں۔ اس قدر اعلیٰ تعلیمی سطح رکھنے والے مسلمانوں میں سے اکثر کی کارکردگی نہایت اچھی ہے۔ مسلمانوں کی اوسط آمدنی امریکہ کی اوسط قومی



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آمدنی سے بھی زیادہ ہے۔ اگرچہ مسلمان نسبتاً یہاں نئے ہیں لیکن مال دار ترین لوگوں میں بھی ان کی ایک تعداد ہے اور دیگر کامیاب لوگوں میں بھی کچھ کا شمار ہونے لگا ہے (بشمول ایک کیمسٹری میں نوبل انعام یافتہ احمد ایچ زیویل ہیں پھر چند دیگر لوگ ہیں مثلاً اداکار عمر شریف اور باسکٹ بال کے کھلاڑی حکیم اولا جون اور ماڈل ایمان)۔ امریکی مسلمان بڑے فخر سے دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ زمین پر سب سے امیر مسلمان معاشرہ ہیں۔ ان کا یہ دعویٰ سچ بھی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر وہ بے حد کامیاب بھی ہیں۔

## مسلمانوں کے باہمی تناؤ

امریکہ مسلمانوں کی چھوٹی سی کائنات ہے۔ جہاں لاتعداد قومیتیں آباد ہیں۔ ان کی ثقافتیں، نسلیں اور فرقے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اکٹھا رہنے کی صورت میں ان کے اختلافات سامنے آ جاتے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر اختلافات رسم ورواج کے حوالے سے ہوتے ہیں۔ ترکی کے لوگ مردوں کو دفنانے کے بعد قبر کے کتبے کا پتھر اونچا رکھ کر اس پر مدفون کی تصاویر لگاتے ہیں۔ سعودی عرب والے تصویر تو بڑی بات ہے بغیر تصویر والے کتبوں کو بھی شرک سمجھتے ہیں۔ عرب چونکہ قرآن کی زبان بولتے ہیں اس لیے بسا اوقات وہ غیر عرب باشندوں کے تصور اسلام پر برانگیختہ ہو جاتے ہیں۔ نتیجتاً مسلمانوں کا باہمی تعصب سر اٹھاتا ہے۔ شاہد اطہر نے ''پاکستان لنک'' کے ۱۸ اگست 1995ء کے شمارے میں لکھا: ''مسلمان ماں باپ اس بات کا برا نہیں مناتے کہ ان کا بیٹا کسی سفید فام امریکی لڑکی سے شادی رچا لے لیکن وہ مسلمانوں میں سے کسی اور فرقے کی لڑکی سے شادی پر معترض ہوتے ہیں (جیسے شیعہ/سنی کے ساتھ) یا پھر یہ شادی کسی اور طبقے سے ہو یعنی سید زادے کی شادی کسی غیر سید سے''۔

سیاست دشمنیوں کی آگ پر تیل کا کام کرتی ہے۔ ایران اور عراق کے لوگ ۸۸-۱۹۸۰ء کی خونریز جنگ ابھی تک نہیں بھولے۔ اسی طرح کویتی لوگ اپنے ملک پر عراق کی ۱۹۹۱ء والی جارحیت کو ابھی تک یاد رکھے ہوئے ہیں۔ سعودیوں اور خلیج کے دوسرے باشندوں سے ان کے اس سلوک کی وجہ سے نفرت کی جاتی ہے جو وہ اپنے ممالک میں محنت مزدوری کرنے والوں سے روا رکھتے ہیں۔

مذہب کا تصور ایک اور مسئلہ ہے۔ کیا مساجد پر کنٹرول اعتدال پسندوں کا ہونا چاہیے یا شدت



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پسندوں کا؟ بہت سارے اداروں میں ان بنیادوں پر کشمکش جاری ہے۔ اس حوالے سے جو بڑا تصادم دو عشرے پہلے رونما ہوا اس کا اظہار ہر ہفتے ہوتا ہے۔ محمد علی العاصی نامی ایک گورے نومسلم نے ایرانی انقلاب کے دوران واشنگٹن کے اسلامک سنٹر پر قبضہ کرنے کی کوشش کی لیکن ان کو مسجد سے نکال باہر کیا گیا۔ اب وہ بطور احتجاج ایک پگڈنڈی پر نماز جمعہ پڑھاتے ہیں۔

شیعہ سنی اختلافات، جو اوائل اسلام سے شروع ہو چکے تھے، اب بھی پوری شدت سے موجود ہیں۔ شیعوں کی اپنی مساجد ہیں اور وہ کم ہی سنیوں سے گھلتے ملتے ہیں۔

پھر امریکی نژاد نومسلموں کے ساتھ نہ ختم ہونے والے اختلافات ہیں یہ لوگ زیادہ افریقی نژاد امریکی ہیں۔ مختلف پس منظر رکھنے والے ان دو مسلمان گروہوں میں پھر تارکین وطن اور مقامی، غیر ملکی اور اورامریکی، پیدائشی مسلمان اور ان کی اولاد جیسے تضادات کی بنیاد پر تعصبات کی دیواریں کھڑی ہوتی ہیں۔

## بچے اور نوجوان

امریکی مسلمان زیادہ تر امریکی رسوم ورواج کو خاندانی تعلقات اور یہاں خواتین کی حیثیت کو غیر اخلاقی اور اپنے طرز زندگی کے لیے خطرہ سمجھتے ہیں۔ وہ جن چیزوں کے بارے میں تشویش میں مبتلا ہیں ان میں خاندانی غیرت، طلاق، عقیدے سے ارتداد اور باہمی شادیاں شامل ہیں۔

مسلم والدین چاہتے ہیں کہ ان کے بچے عزت دار، ایماندار، سادہ مزاج اور محنتی ہوں۔ وہ امریکی بچوں کو بدتمیز، مغرور اور کام چور سمجھتے ہیں۔ والدین کی اکثریت اخلاقی تربیت کے لیے اپنے بچوں کو اسلامی مدارس میں بھیجتی ہیں۔ بعض طلباء اسلامی سکولوں میں کافی کشش محسوس کرتے ہیں کیونکہ باہر کی دنیا سے کٹے ہوئے ہیں، تاہم یہ ادارے اکثر بچوں کو اردگرد کے معاشرے سے دور نہیں رکھ سکتے۔ مسلمان طلبہ عموماً اپنے خاندان کی مذہبی اقدار کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں: رمضان کے روزے وزن کم کرنے کے لیے ڈائیٹنگ، بن جاتے ہیں اور گھر پر بعض 'ضروری کام' کلب وغیرہ نہ جانے کا بہانہ بن جاتے ہیں۔ بعض لڑکیاں والدین کی خواہش کے احترام میں ڈھیلا ڈھالا لباس پہن کر گھروں سے نکلتی ہیں لیکن اس کے نیچے چست لباس بھی پہنے ہوتی ہیں اور سکول پہنچنے پر سکول والا لبادہ اتار دیتی ہیں۔ ایک فلسطینی لڑکی اسی طرح



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک اسلامی مرکز میں حجاب پہن کر آتی ہے، وہ لڑکوں سے دور بیٹھتی ہے تاہم سکول سے فارغ ہوتے ہی وہ اپنا حجاب اتار دیتی ہے۔

دوسری طرف رجحان یہ ہے کہ حالیہ برسوں میں احیائے اسلام کی وجہ سے بے عمل مسلمانوں کے بچے اسلام میں خاص طور پر اسلام کے نظم وضبط اور اخلاقیات میں کشش محسوس کرنے لگے ہیں۔ نوجوان نسل اسلام کو نئے سرے سے دریافت کر رہی ہے اور اس پر سختی سے کاربند رہنے کے لیے کوشاں ہے۔ یہ کوئی سادہ دو عملی نہیں کہ والدین ایک طرف اور بچے دوسری طرف ہیں۔

مرد وزن کے علیحدہ علیحدہ رہنے کی حوصلہ افزائی اس مفروضے کے پیش نظر ہے، جوں ہی وہ اختلاط کریں گے جنسی بے راہ روی شروع ہو گی جو معاشرے کے لیے تباہ کن ہے۔ صرف ''جدید اور روشن خیال'' گھرانوں میں مرد وزن شادی سے پہلے ایک دوسرے سے مل سکتے ہیں۔ خوش قسمتی سے یہ دونوں طرز ہائے زندگی اگرچہ مشکل کے ساتھ لیکن باہم موجود ہیں، اور اب امریکی مسلمان محبت کی شادی اور والدین کی طے کردہ شادیوں میں تصفیہ یا توازن قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

ایک ایسے نہج پر جب مسلمان لڑکیوں کو لڑکوں سے الگ کرنے کی خاطر انہیں مخلوط سکولوں سے نکال کر پردہ کرایا جاتا ہے، ان کی امریکی ہم عمر لڑکیاں جنسی تجربات کرنے کے دور میں ہوتی ہیں۔ اس نوعیت کے تجربے روکنے کے لیے مسلمان والدین اپنی بچیوں پر روایتی قواعد سختی سے نافذ کرتے ہیں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ امریکی مسلمان خاندانوں میں خالائیں اور چچا تو ہوتے نہیں جوان لڑکیوں کی نگرانی کریں۔ امریکی قانون کے مطابق لڑکی کو ۱۶ سال تک سکول جانا پڑتا ہے اور ۱۸ سال کی عمر میں اس کو اضافی حقوق مل جاتے ہیں۔ اس ضمن میں بدتر حالات اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب والدین اصرار کرنے لگتے ہیں کہ ان کے بچے امریکہ میں اس طرح زندگی گزاریں جس طرح وہ مصر یا پاکستان میں گزارتے ہیں۔ اس سے شدید تناؤ پیدا ہوتا ہے اور جب لڑکی جنسی تعلق کی مرتکب ہوتی ہے تو نوبت تشدد اور قتل تک جا پہنچتی ہے۔

دوسری طرف مردوں کے خواتین سے میل جول پر پابندیوں کا حل مسلمان مردوں نے یہ نکالا ہے کہ وہ غیر مسلم خواتین سے تعلقات استوار کر لیتے ہیں جو اکثر و بیشتر شادی پر منتج ہوتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ شادی کی خواہش مند عورتوں کے لیے مسلمان مردوں کی تعداد میں زبردست کمی واقع ہوئی ہے۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چنانچہ اب مسلمان خواتین میں عیسائی مردوں سے شادی کا رجحان فروغ پا رہا ہے۔ چونکہ مسلم عورت کے لیے اپنے مذہب سے باہر شادی کرنا ممنوع ہے۔ اس لیے کسی عیسائی سے شادی کی صورت میں اُسے نہ صرف اسلام سے بلکہ بسا اوقات اپنے خاندان سے نکال باہر کیا جاتا ہے جس کے ردعمل میں وہ عیسائیت قبول کر لیتی ہے۔

اپنے ہم مذہبوں سے شادی کے رجحان کو فروغ دینے کے لیے امریکی مسلمانوں نے اچھوتے طریقے آزمانا شروع کر دیے ہیں جن میں موسم گرما کے کیمپ اور شادی کے اشتہارات شامل ہیں تاہم یہ مسلم ادارے بھی لڑکے لڑکیوں کو الگ رکھنے میں مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں۔

## ادارے

ایک دانشور نے ۱۹۸۲ء میں اسلامک سوسائٹی آف نارتھ امریکہ کے قیام کو ''امریکی ثقافت سے خود ساختہ پہلو تہی سے سیاسی شرکت تک کا تجربہ'' قرار دیا ہے۔ ایک مبصر لکھتا ہے کہ ۱۹۹۱ء تک دوسرے مذاہب کے مقابلے میں مسلمانوں کی تنظیمیں کم بڑھی ہیں۔ تاہم اس عرصے کے بعد امریکہ میں مسلمان تنظیموں کا ایک ڈھانچہ وجود میں آ چکا ہے۔ یہ تنظیمیں مذہبی، سماجی، سیاسی، لسانی اور پیشہ ورانہ مسائل کے حل کے لیے کام کر رہی ہیں۔

بڑی بڑی مسلمان تنظیمیں بیرونی ساخت کے اعتبار سے یہودی تنظیموں سے مماثلت رکھتی ہیں۔ یہ دونوں مذہبی گروہ ایک ہی قسم کے مسائل پر بات کرتے ہیں جن میں مذہبی عدم مساوات، بین المذاہبی تعلقات اور امریکہ کی مشرق وسطیٰ سے متعلق پالیسی شامل ہیں۔ ان سرگرمیوں میں عشائیے، کانفرنسیں، کیپیٹل ہل کی سیر، اخباری بیانات، براہ راست ڈاک رابطہ، اخباری اشتہارات اور رسائل کی اشاعت شامل ہیں۔

درج بالا مماثلتوں کے باوجود مسلمان اور یہودی تنظیموں میں کافی فرق بھی ہے۔ یہودی تنظیموں کا حال یہ ہے کہ وہ امریکہ کے سیاسی دھارے سے مربوط ہیں جبکہ مسلمان تنظیمیں مسلم ایجنڈے پر کام کرتے ہوئے امریکہ کے سیاسی نظام سے الگ تھلگ ہیں۔ ایک معتدل مسلمان محمد ہشام کبانی نے متنبہ کرتے



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوئے کہا: ''انتہا پسندوں نے امریکہ کی ۸۰ فیصد سے زیادہ مساجد پر قبضہ کر رکھا ہے''۔ جبکہ ایک اور معتدل رہنما نے انتہا پسندوں کے لیڈروں کو ''ٹھگ''، اور ''بنیاد پرست'' قرار دیا۔

امریکی مسلمانوں کے بڑے بڑے اداروں میں معتدل مزاج مسلمانوں کی کوئی نہیں سنتا۔ یہ لوگ بہرحال اچھے امریکی شہری ہیں۔

مسلمانوں کی بڑی تنظیمیں وہ ہیں جو مسلم سیاسی مفادات کے تحفظ کا دم بھرتی ہیں۔ ان میں تین تنظیموں کا مثلث قابل ذکر ہے جن میں امریکن مسلم کونسل، امریکی اسلامی تعلقات کی کونسل اور مسلم پبلک افیئرز کمیٹی شامل ہیں۔ واضح رہے کہ یہ تینوں تنظیمیں اسلام پسندوں کے زیر اثر ہیں۔ چنانچہ یہ امریکی سیاسی دھارے اور امریکی مسلمانوں کی اکثریت سے نباہ نہیں کر رہیں۔ یہ تنظیمیں چار مقاصد کے حصول کے لیے جدوجہد کر رہی ہیں: ۱- اسلام کے لیے خصوصی استحقاق (مثلاً وائٹ ہاؤس مسلم ایڈوائزری بورڈ کے قیام کا مطالبہ)، ۲- عسکریت پسند اسلام کے مخالفین کو خاموش کرنا (مثلاً ان کے لیے کفر کے یا موت کے فتوے جاری کرنا جیسے خالد درّان کے ساتھ ہوا)، ۳- امریکہ سے باہر اسلامی تنظیموں کے لیے چندہ اکٹھا کرنا، اور ۴- متشدد اسلام کے بارے میں آگاہی پیدا کرنا (مثلاً جہاد کا مطلب جنگ نہیں بلکہ اخلاقی خوددرستی (moral self-improvement) کی کوشش ہے)۔

یہ بحث ہمیں دہشت گردی کی طرف لاتی ہے۔ ۱۹۹۰ء میں یہودی ربی میر کہان کے ایک مصری کے ہاتھوں قتل کے بعد تارکین وطن مسلمانوں کی کمیونٹی کا نام کئی پرتشدد واقعات کے ساتھ لیا جاتا رہا۔ ان میں سے کئی واقعات ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء سے پہلے رونما ہو چکے ہیں۔ ان واقعات میں ۱۹۹۱ء میں بروک لین نیویارک میں مصطفیٰ شیلابی کا قتل، جنوری ۱۹۹۳ء میں سی آئی اے کے تین افراد کا قتل، فروری ۱۹۹۳ء میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں بم دھماکہ، مارچ ۱۹۹۴ء میں یہودی بس پر حملہ اور ایک نوجوان کا قتل، فروری ۱۹۹۷ء میں ایمپائر سٹیٹ بلڈنگ کی چھت پر ولندیزی سیاح کا قتل، اکتوبر ۱۹۹۹ء میں نیویارک کے نزدیک مصری جہاز کی تباہی اور ۲۱۷ افراد کی ہلاکت، فروری ۲۰۰۲ء میں ٹینی سی ریاست کے لائسنس افسر کا قتل اور جولائی ۲۰۰۲ء میں لاس اینجلس ایرپورٹ پر دو افراد کا قتل شامل ہیں۔ تارکین وطن کی طویل تاریخ میں امریکہ کو کبھی ایسی انتہا پسند اور تشدد پر آمادہ کمیونٹی سے واسطہ نہیں پڑا جیسے کہ ۱۹۶۵ء کے بعد سے یہاں آنے



© rasailojaraid.com